روزنامہ
ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FR-10

الفضل

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

پیر یکم اگست 2011ء 29 شعبان 1432 ہجری یکم ظہور 1390 ہش جلد 61-96 نمبر 176

سنت کے مطابق

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں رکھتے تو یہ دعا کرتے۔

بِسمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی سُنَّةِ رَسُول اللّٰه

اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسولؐ کی سنت کے مطابق ہم اس میت کو دفن کرتے ہیں۔

(سنن ابی دائود کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت حدیث نمبر 2798)

سیدنا حضرت مصلح موعود کی بیٹی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو سپرد خاک کر دیا گیا

احباب جماعت کو یہ افسوسناک اور دکھ بھری خبر دی جا چکی ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مورخہ 29 جولائی 2011ء بروز جمعۃ المبارک شام پونے سات بجے اپنی اقامت گاہ ربوہ میں بعمر تقریباً 100 سال انتقال فرما گئیں۔

جونہی آپ کی وفات کی خبر ربوہ اور پاکستان کے مختلف شہروں میں پہنچی، احباب جماعت اور خاص طور پر خواتین کے دل بہت دکھ اور درد سے بھر گئے اور ماحول سوگوار ہو گیا۔ نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کیلئے مختلف شہروں سے قافلے ربوہ پہنچنے شروع ہو گئے۔ ہزاروں خواتین نے مورخہ 30 جولائی کو دن بھر اس مبارک وجود کا آخری دیدار کیا۔ نماز جنازہ کیلئے میت اقامت گاہ سے سوا پانچ بجے بیت المبارک لائی گئی۔ جہاں بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کیلئے بیت مبارک کا مسقّف حصہ، بالائی گیلری، صحن، اندرونی گراسی پلاٹس اور بیرونی گراسی پلاٹس میں احباب جماعت کا جم غفیر موجود تھا۔

خدام کے حفاظتی دائرہ میں میت بہشتی مقبرہ پہنچی۔ اندرونی چار دیواری میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی قبر کے شرقی جانب آپ کی قبر تیار کی گئی۔ قبر کی تیاری کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے دعا کرائی۔ نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کیلئے ربوہ کے علاوہ دور دراز کے علاقوں سے عہدیداران سلسلہ اور احباب جماعت کثیر تعداد میں تشریف لائے۔ بہشتی مقبرہ میں کرسیوں پر احباب جماعت کے بیٹھنے کا انتظام موجود تھا اس کے علاوہ بہت سے احباب نے بہشتی مقبرہ کے اندر اور باہر کھڑے ہو کر یہ وقت گزارا۔ خدام ربوہ نے مختلف شعبہ جات میں مستعدی سے ڈیوٹیاں سرانجام دیں۔ ربوہ سے نماز جنازہ اور تدفین کے کچھ مناظر ایم ٹی اے پر لائیو ٹیلی کاسٹ کئے گئے۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی وفات کی خبر سن کر فوری طور پر ادارہ الفضل کے جملہ کارکنان نے 29 جولائی کو محترم ایڈیٹر صاحب کی سرکردگی میں احباب جماعت تک یہ خبر اور اس کی تفصیلات پہنچانے کیلئے دفتر حاضر ہو کر رات گئے تک کام کیا اور ضروری تفصیلات جمع کر کے الفضل 30 جولائی کا ایک زائد ورق ضمیمہ کی شکل میں شائع کیا جو اگلے دن علی الصبح قارئین الفضل تک پہنچا دیا گیا۔ اس ضمیمہ میں حضرت بیگم صاحبہ مرحومہ کے ابتدائی حالات، شادی، دینی خدمات، سیرت کے پہلو، اولاد، بہن بھائی اور دیگر معلومات شامل ہیں اس ضمیمہ کو ریکارڈ کا حصہ بنانے کیلئے اس شمارہ کے صفحہ 2 پر شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی تمام اولاد سے بہت محبت اور پیار کرتے تھے، لیکن خاص طور پر حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ سے بڑی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔ آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا اور ہمہ وقت خبر گیری کرنا آپ کا معمول تھا۔ 1924ء کو حضرت مصلح موعود کے ساتھ جب آپ پہلی مرتبہ کشمیر تشریف لے گئیں، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب بھی ساتھ اس سفر میں تھے۔ راستے میں سخت اولے اور بارش ہوگئی۔ بکریوں کے ریوڑ رکھنے کے دو کمروں میں رات گزارنے کا انتظام کیا گیا کمروں میں لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا دی گئی اور سب اپنے اپنے کپڑے نچوڑ کر سکھانے لگے۔ حضرت مصلح موعود نے اپنی اس پیاری بیٹی کیلئے اپنا دُھسا (موٹی اون کی چادر) دیا کہ اوپر لے لو اور فرمایا کہ مجھے اپنے کپڑے اتار دو میں سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اس عظیم باپ نے اپنی بیٹی کیلئے خبر گیری کا عظیم نمونہ قائم فرمایا۔ آپ کو حضرت مصلح موعود کے ساتھ اکثر اسفار میں ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کچھ سفروں کا احوال درج ذیل ہے۔

حضرت مصلح موعود 19/اپریل 1931ء کو آب وہوا کی تبدیلی کے لئے منصوری تشریف لے گئے تو حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت مصلح موعود نے 1938ء میں حیدر آباد کا سفر اختیار فرمایا، اس یادگار سفر میں آپ حضور کے ہمراہ تھیں، اس سفر میں حضور انور ایک مشہور قلعہ میں تشریف لے گئے اور وہاں کی شاہی مسجد میں پون گھنٹہ تک حضرت سارہ بیگم صاحبہ اور حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ حضرت مصلح موعود 25 جنوری 1940ء کو کراچی تشریف لے گئے، اسی سفر کے دوران حضور پر نور ایک شب سمندر کی سیر کیلئے کلفٹن گئے اور سمندر کے کنارے چاند کا دلکش نظارہ دیکھ کر حضور نے ایک نظم لکھی جو کلام محمود میں شامل ہے جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

یوں اندھیری رات میں اے چاند تو چمکا نہ کر

اس تاریخی اور یادگار سفر میں حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ حضور انور کے ساتھ تھیں۔

حضرت صاحبزادی صاحبہ مرحومہ اور ان کی والدہ کا روزنامہ الفضل پر بھی احسان ہے کہ جب حضرت مصلح موعود نے 1913ء میں الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر نے ابتدائی سرمایہ کے طور پر اپنا اور حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کا زیور پیش کر دیا۔ (الفضل 4/جولائی 1924ء)

(باقی صفحہ 8 پر)

مورد فضل و کرم رحمت ہوئیں
صاحبزادی ناصرہ رخصت ہوئیں
حضرت مسرور کی تھیں والدہ
بالیقیں وہ داخلِ جنت ہوئیں

مبارک احمد ظفر

عکس ضمیمہ

احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

ہفتہ 30۔جولائی 2011ء

روزنامہ
الفضل
ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

ہفتہ 30 جولائی 2011ء 27 شعبان 1432 ہجری 30 وفا 1390 ہش جلد 61-96 نمبر 175

نماز جنازہ

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی نماز جنازہ 30 جولائی 2011ء کو بیت المبارک ربوہ میں بعد نماز عصر (بوقت ساڑھے پانچ بجے) ادا کی جائے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ انتقال فرما گئیں اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ ایک مقدس ہستی تھیں ایک خلیفہ احمدیت کی بیٹی، دو کی بہن اور ایک کی والدہ تھیں

آپ انتہائی عبادت گزار، مخلوق سے ہمدردی رکھنے والی اور بزرگ خاتون تھیں

احباب جماعت کونہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود کی پوتی، حضرت مصلح موعود کی سب سے بڑی صاحبزادی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مورخہ 29 جولائی 2011ء کوشام پونے سات بجے اپنی اقامت گاہ ربوہ میں بعمر تقریباً 100 سال انتقال فرما گئیں۔ حضرت مسیح موعود کی اولاد میں سے آپ نے اب تک سب سے لمبی عمر پائی ہے۔

آپ چندسال سے مختلف عوارض کی وجہ سے کمزوری کی طرف مائل تھیں۔ تاہم گزشتہ چھ ماہ سے آہستہ آہستہ کمزوری بڑھ رہی تھی اور کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھیں۔

آپ جلسہ سالانہ قادیان 2005ء کے موقع پر قادیان تشریف لے گئیں، 2 ہفتے تک وہاں قیام فرمایا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے خلافت کے بعد پہلی اور آخری مرتبہ ملاقات کی اور اپنے جلیل القدر صاحبزادے کو خلیفۃ المسیح کی مسند پر بیٹھے دیکھا اور دید کی پیاس بجھائی آپ نے خداتعالیٰ کے فضل سے 25 مئی 1933ء کو وصیت کی تھی جبکہ آپ کی عمر 22 سال تھی۔

آپ حضرت مصلح موعود کی مبارک اولاد میں دوسرے نمبر پر اور صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث آپ سے بڑے تھے۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ ستمبر 1911ء میں حضرت مصلح موعود کے ہاں حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ ام ناصر کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کی تعلیم وتربیت بہت ہی دینی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ دینیات کلاس اٹینڈ کی، اور 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان پاس کیا جس کا اعلان الفضل 19 جولائی 1929ء میں شائع ہوا۔ آپ نے 1931ء میں میٹرک کا امتحان دیا۔ (انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 184) اور پھر ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔

مورخہ 2 جولائی 1934ء کو حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ پڑھا اور آپ کا رخصتانہ 26/اگست 1934ء کو ہوا۔

آپ کے خطبہ نکاح کے موقع پر حضرت مصلح موعود نے خداتعالیٰ کے حقیقی عبد بننے اور اس کے تقاضوں کو نباہنے پر زور دیا اور فرمایا۔

’’حضرت مسیح موعود کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ گویا وادی غیر ذی زرع میں رہتی ہیں اور اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کرے۔‘‘ (خطبات محمود جلد 3 صفحہ 349)

چنانچہ اللہ کے فضل سے اس مقدس جوڑے نے بعینہ اسی طرح زندگی گزاری اور ساری عمر خدمت دین وانسانیت میں منہمک رہے۔ آپ لمبا عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمات بجا لاتی رہیں اور خداتعالیٰ کے فضل سے لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال رہ کر کی۔ آپ عبادت گزار، مہمان نواز، سلیقہ منداور خدمت خلق کرنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت سے آپ کو بے پناہ عشق اور محبت تھی۔ آپ نے بچپن سے ہی دینی ماحول اور خلافت کے حصار میں تربیت حاصل کی اور پرورش پائی۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے خاوند حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ولادت 13 مارچ 1911ء کو قادیان میں ہوئی اور وفات 10 دسمبر 1997ء کو ہوئی۔ اپنے خاوند کی وفات کے بعد کا عرصہ بہت صبر اور حوصلے کے ساتھ گزارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں، دیگر اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆محترمہ سیدہ امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ محترم سید میر مسعود احمد صاحب

☆محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب مرحوم

☆ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

☆محترم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے آپ حضرت سیدہ محمودہ بیگم ام ناصر کے ہاں پیدا ہوئیں۔ حضرت ام ناصر کی دیگر اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔1۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث۔2۔ محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ 3۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب 4۔ محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب 5۔ محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ 6۔ محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب 7۔ محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب 8۔ محترم صاحبزادہ مرزا اظہر صاحب 9۔ محترم مرزا رفیق احمد صاحب

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اپنی معفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

ادارہ الفضل اس دکھ اور درد کے لمحات میں اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضور انور کے بھائی اور بہنوں، جملہ افراد حضرت اقدس مسیح موعود اور تمام افراد جماعت سے تہہ دل سے افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حامی و ناصر ہو۔ آمین

جس کا پاکیزہ جگر گوشہ امام وقت ہے
کیسی ہستی تھی زمانے میں وہ خوش قسمت ترین
جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام ان کو ملے
مغفرت کا سایہ بخشے ان کو رب العالمین

عبدالکریم قدسی

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 2 روپے

مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب قائد تربیت مجلس انصاراللہ پاکستان

ہم رمضان کیسے گزاریں

چند دنوں تک رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے اسے نہایت بابرکت فرمائے۔ اس مہینہ کی عظیم الشان برکات کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں

’’ شھر رمضان الذی...... (البقرہ:۱۸۶) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے‘‘۔

(ملفوظات جلد دوم ص 561)

ایک رمضان المبارک کی آمد پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا تھا

’’پس یہ رمضان المبارک بہت برکتوں والا مہینہ ہے بہت بروقت آیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھل رہے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی یہ پیاری آواز ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے کہ جس کی زندگی میں یہ مہینہ داخل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے اس پر کھولتا چلا جائے گا۔پس اس مہینہ کو اپنی زندگی میں داخل کر لیں،خود اس مہینہ میں داخل ہو جائیں کیونکہ اس سے بہتر امن کی کوئی اور جگہ نہیں۔‘‘

(خطبات طاہر جلد ص 337)

ان ارشادات کی روشنی میں ہم سب بالخصوص انصار بھائیوں کو چاہیے کہ اس مبارک مہینہ میں اس کی برکتوں سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کے لئے کمر ہمت کس لیں کہ آنحضور ﷺ رمضان المبارک کی آمد پر کمر ہمت کس لیتے تھے۔ماہِ رمضان کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں یہ سوچنے اور غوروفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمیں یہ رمضان کس طرح گزارنا چاہیے۔اس ضمن میں کچھ تجاویز پیش خدمت ہیں۔

گزشتہ رمضان پر غوروفکر:

امسال ماہ رمضان میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں گزشتہ سال کے رمضان پر غوروفکر کرنا چاہیے کہ کون سی کوتاہیوں کی وجہ سے اُس رمضان سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا تاکہ اس آنے والے رمضان میں وہی کوتاہیاں دوبارہ روک نہ بنیں۔

قیام نماز:

نماز باجماعت کی ادائیگی اور اس کے معیار بڑھانے کی کوشش ہم سب کو مسلسل کرتے رہنا چاہیے اور رمضان المبارک سے پہلے اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

اس کا بنیادی مرحلہ تو یہ ہے کہ گھر کے ہر فرد کو نماز سادہ مکمل آتی ہو۔جسے نہ آتی ہو اسے ابھی سے یاد کروا دیں۔جن کو نماز کا ترجمہ نہ آتا ہو انہیں نماز کا ترجمہ سکھانے کی موثر کوشش کریں۔اس غرض کے لئے کمپیوٹر سیکشن صدر انجمن احمدیہ کی تیار کردہ سی ڈی نماز مع اردو ترجمہ نہایت مفید ہے۔جو نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ سے دستیاب ہے۔یہ درج ذیل ویب سائٹ پر بھی موجود ہے

’’ www.saapk.org ‘‘

پھر نماز کا صرف ترجمہ جاننا بھی کافی نہیں بلکہ اس کے مطالب اور معارف کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ نماز پڑھتے ہوئے ہر لفظ کا ترجمہ ذہن میں دوہرایا جائے اور اس کے مضامین کی گہرائی میں اُتر کر صحیح معنوں میں نمازوں کی لذت حاصل کی جا سکے۔

نماز کے روحانی،اخلاقی جسمانی اور مادی فوائد اور نماز جمعہ کی اہمیت سے اُن بھائیوں اور بچوں کو آگاہ کرنا بہت ضروری ہے جن کی طرف سے اس کے باقاعدہ التزام میں مستعدی نظر نہیں آتی اور پھر بیوت الذکر میں سب بھائیوں کو حاضر کرنے کے لئے دردمندانہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ اچھی پلاننگ اور خاص کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔

روزے رکھنا:

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’روزے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تقویٰ میں ترقی،اُن کی روحانیت میں اضافے،انہیں اپنے قرب سے نوازنے اور انہیں دعاؤں کی قبولیت کے طریق اور حقیقت بتانے کے لئے ایک تربیتی کورس کے طور پر فرض فرمائے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کی جزا میں خود ہوں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔پس جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے روزے کو اپنی ڈھال بناؤ گے تو خدا تعالیٰ خود تمہاری ڈھال بن جائے گا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 ستمبر 2008ء)

چنانچہ ہر اس شخص کو جس پر روزہ فرض ہے اور کوئی مجبوری لاحق نہیں رمضان المبارک کے روزے باقاعدگی سے رکھنے چاہییں۔

سفر میں چھوڑے ہوئے روزوں کو بعد میں رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔اس لئے اپنے پروگراموں کو ابھی سے اس طرح ترتیب دیں کہ رمضان میں سوائے اشد مجبوری کے سفر اختیار نہ کرنا پڑے۔دوسرے اپنی معمول کی دنیوی مصروفیات کو بھی حتی الوسع نسبتاً ہلکا کرنے کی کوشش کریں تاکہ عبادات کے لئے زیادہ وقت میسر آ سکے۔ماہ رمضان میں ماتحتوں کا کام کم کرنے کی ہدایت خود آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے۔

رمضان کے روزے دوسروں کو رکھوانا بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے۔حسب استطاعت یہ نیکی بجا لانے کو کوشش بھی کرتے رہنا چاہیے۔اس طرح روزہ دار کے ساتھ ساتھ روزہ رکھوانے والے کو بھی ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں ہوتی۔

خواتین بھی عیدالفطر کے نقطہ نظر سے افراد خانہ کے کپڑوں وغیرہ کی تیاری اور دیگر لوازمات اگر رمضان سے کچھ پہلے مکمل کر لیں تو ماہ رمضان میں روزے رکھنے اور ذکر الٰہی اور دیگر عبادات کی طرف زیادہ توجہ دے سکیں گی جو دراصل رمضان اور عید کا اصل مقصد ہے۔

اعتکاف:

آخری عشرہ اعتکاف کا ہوتا ہے جن افراد کی صحت اجازت دیتی ہو اور دیگر مصروفیات سے وقت نکال سکتے ہیں انہیں اعتکاف کی عبادت بجا لانے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔اور اس آخری عشرے میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے سعی بھی۔

اس بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں رمضان المبارک میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔جو اس سے محروم رہا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہا اور اس کی خیروبرکت سے کوئی بدقسمت ہی محروم رہ سکتا ہے

(مشکوٰۃ کتاب الصوم الفصل الثالث)

پھر یہ بھی فرمایا کہ جو لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی شھر رمضان)

ظاہری اور باطنی صفائی:

دین نے تمام عبادتوں کے لئے صفائی کی شرط ضروری قرار دی ہے۔وہ دعائیں جو ناپاک ہونے کی حالت میں کی جائیں وہ شرفِ قبولیت حاصل نہیں کرتیں۔اگر جسم،کپڑے اور ماحول پاک ہوں تو روح پر بھی اس کا پاک ہی اثر پڑتا ہے۔چنانچہ رمضان سے پہلے گھروں کی صفائی، کپڑوں کی صفائی،جسم کی صفائی،بال ناخن وغیرہ تراشنا،خط بنوانا،بیوت الذکر کی صفائی اور اس کے ماحول کی صفائی کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔لہٰذا ابھی سے جنت کے دروازوں کو کھولنے کی غرض سے باطنی صفائی کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کر لینا چاہیے۔

دیگر تدابیر کے علاوہ اس ضمن میں کم از کم ایک ذاتی کمزوری کا ابھی سے تعین کر لیں جس کو چھوڑنے کا مصمم ارادہ اور کوشش کرنی ہے۔اور دیگر افراد خانہ کو بھی اس کی موثر رنگ میں تحریک کریں۔

نیز باطنی صفائی کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے بیان فرمودہ پانچ بنیادی اخلاق کو یاد رکھنے،یاد کروانے،اور ان پر خود بھی عمل کرنے اور اپنے ماحول میں دیگر بھائیوں کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی پیار اور محبت کے ساتھ تلقین کرنے کی ضرورت ہے۔

تعلیم القرآن:

رمضان اور قرآن کریم کے تعلق کے بارے میں پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

رمضان اور قرآن کریم کو ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جبریل ہر رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر اسے دہراتے تھے۔اس لئے بھی ان دنوں میں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور درسوں میں شامل ہونے کی طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ اس کا ادراک پیدا ہو اور اس کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو،معرفت حاصل ہو۔

(خطبات مسرور جلد اول ص 441)

قرآن کریم صحت تلفظ کے ساتھ اور خوش الحانی سے بلند آواز میں تلاوت کرنے کی کوشش کی جائے۔اور اس ماہ میں قرآن کریم کا کم از کم ایک دور ختم کرنے کی منصوبہ بندی کی جائے۔

تلاوت کا حق ادا کرنے کی کوشش بھی ساتھ ساتھ کرنا ضروری ہے یعنی جب قران کریم پڑھیں

تو جو اوامر و نواہی ہیں ان پر غور کریں۔ جن کے کرنے کا حکم ہے ان کو کیا جائے۔ جن سے رُکنے کا حکم ہے اُن سے رُکا جائے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب ترجمہ آتا ہو۔ چنانچہ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے اور سمجھنے کے لئے ایم ٹی اے پر نشر ہونے والے درس قرآن کے پروگرام سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔

ماہ رمضان کے علاوہ سال کے دیگر مہینوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ساتھ ترجمۃ القرآن کلاس ہر جمعرات کو پاکستانی وقت کے مطابق پونے آٹھ بجے شام اور جمعہ کے روز صبح آٹھ بجے نشر ہوتی ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے ایک ایک پارہ لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کے ساتھ نہایت خوبصورت رنگین دیدہ زیب طبع کروانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ آڈیو سی ڈی بھی دستیاب ہے۔

اسی طرح کمپیوٹر سیکشن صدر انجمن احمدیہ کی درج ذیل ویب سائٹ پر پہلے تین پارے لفظی ترجمہ کے ساتھ مہیا ہیں:

www.saapk.org

نیز رمضان کے بابرکت ایام میں جماعتی انتظام کے تحت مردوں کے لئے جہاں جہاں درس قرآن کا انتظام ہو ان سے مردوں کو فائدہ اُٹھانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

اپنے بچوں کو جو قرآن کریم کا دَور ختم کرنے کے قریب ہیں ترغیب دلائیں کہ وہ رمضان میں قرآن کریم مکمل کر لیں تا کہ ان کی ’’آمین‘‘ ہو سکے۔

گھر میں افرادِ خانہ خصوصاً بچوں کے ساتھ نماز کے فوائد، قرآن کریم کے فضائل، سیرت النبی ﷺ، بزرگوں کی عبادات اور دیگر دینی موضوعات پر فیملی کلاسز کا سلسلہ جاری کیا جائے جن میں بچوں کی مناسب حوصلہ افزائی بھی کی جائے۔

ذکر الٰہی، خصوصی دعاؤں اور نوافل کی ادائیگی

حمد و تسبیح کے بعد کثرت سے آنحضور ﷺ پر درود بھیجیں۔ جو شخص حمد و درود کے بعد خدا تعالیٰ سے برکات چاہے خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آکر اُس پر فضل کرنا شروع کر دیتی ہے۔

پھر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے موجودہ حالات میں ہماری رُوحانی و دینی تربیت اور ترقی کے لئے جو ارشادات فرمائے ہیں اس رمضان میں ہم سب کو خصوصیت سے اُن سب پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

مظلوم احمدی بھائیوں کے لئے جو احمدیت کی وجہ سے کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہیں روزانہ دو نوافل کی ادائیگی کا خاص طور پر خیال رکھیں

اور روزانہ اُن دعاؤں کا خصوصیت سے ورد کریں جنہیں موجودہ حالات میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بار بار پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

موجودہ حالات میں اکثر مقامات پر نماز تراویح کا انتظام مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ اب اس امر کو زیادہ یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ سب افرادِ خانہ نماز عشاء کے بعد جلد سے جلد سونے کی کوشش کریں اور صبح وقتِ سحر سے کافی پہلے نیند سے بیدار ہو کر نماز تہجد خشوع و خضوع سے ادا کریں۔ اور پھر گھر کے سب افراد مل بیٹھ کر سحری کھائیں۔ گھر کے افراد جن پر روزہ فرض نہیں یا جو کسی مجبوری کی بناء پر روزہ نہیں رکھ سکتے انہیں بھی صبح جلد بیدار ہو کر نماز تہجد ادا کرنے کی تلقین کریں اور سحری میں بھی ضرور شامل کریں کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

امسال جلسہ سالانہ برطانیہ کے افتتاحی خطاب میں ہمارے پیارے امام نے نرم دلی پیدا کرنے غصہ کو دبانے ناراضگی اور رنجشوں کو خدا کے لئے چھوڑنے اپنے بھائیوں کے قصور سچے دل سے معاف کرنے بدلہ اور انتقام کی بجائے عفو درگزر سے کام لینے، ہر قسم کی کدورت کو دل سے نکالنے اور انہیں تحائف پیش کرنے یا کسی اور طرح حُسنِ سلوک کرنے کی جو نصیحت فرمائی ہے امسال رمضان کے اس بابرکت مہینے میں ہم اس پر عمل درآمد کر کے دوہرا ثواب اور خوشی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اپنے رب سے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی بھی زیادہ اُمید رکھ سکتے ہیں۔

حضور انور کی خدمت میں دعائیہ خطوط اس بابرکت مہینہ میں خود بھی لکھیں اور افراد خانہ سے بھی لکھوائیں۔

بزرگوں کی خدمت میں بھی دعا کی درخواست حسبِ موقع زبانی یا تحریری کرتے رہیں۔

افطاری کے وقت کی گئی دعائیں بھی جلد شرفِ قبولیت پاتی ہیں۔ اس لئے یہ وقت بھی یُونہی ضائع نہیں جانے دینا چاہیے بلکہ ذکرِ الٰہی اور دعاؤں میں بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ افطار پارٹیوں میں بسا اوقات یہ وقت گفت و شنید کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔

صدقہ وخیرات و دیگر مالی جہاد میں شرکت

ہمارے پیارے رسول آنحضرت ﷺ رمضان المبارک میں جس کثرت سے صدقہ و خیرات فرمایا کرتے تھے اس کی مثال ایک تیز آندھی سے دی جا سکتی ہے۔ آپ کے اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں ہمیں بھی مالی قربانیوں کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

صدقہ و خیرات اور عید سے قبل فطرانہ وغیرہ کے علاوہ امسال ہم جن عظیم مالی تحریکات میں شمولیت کے وعدے لکھوا چکے ہیں کوشش کر کے ماہ رمضان میں ان کی سو فیصد ادائیگی کی توفیق پاویں مثلاً چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید وغیرہ

عید کے موقع پر اپنے بھائیوں کے لئے تحائف

عید سے پہلے اور اس موقع پر خصوصاً غریب بھائیوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تحائف کی تقسیم ایک ایسی خدمت ہے جس کی لذت بھی نہایت منفرد اور بے مثل ہے۔ اس روحانی لذت کو حاصل کرنے کے لئے اخراجات کم کر کے رقم پہلے سے بچانا شروع کر دیں۔ باہمی محبت اور بھائی چارے کو بڑھانے کے لئے اس طرف خلفاء سلسلہ ہمیں بار بار متوجہ فرماتے رہے ہیں۔

زندگی کا آخری رمضان سمجھ کر گزاریں اور اسے فیصلہ کن رمضان بنا دیں

دنیا بلاشبہ ایک سرائے فانی ہے اور حکمِ خدا ہوتے ہی یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ پس نہیں معلوم کہ دوبارہ ہماری زندگی میں رمضان کا بابرکت مہینہ آتا ہے یا نہیں۔ اس احساس کے ساتھ یہ مہینہ گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے اور دوسرے اپنی عبادات، ذکر الٰہی اور دعاؤں سے اسے ایسا مزین کریں کہ یہ ہر لحاظ سے ایک فیصلہ کن رمضان بن جائے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ:

’’پس اے احمدی اس رمضان کو فیصلہ کن رمضان بنا دو۔ اس الٰہی جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ مگر تمہارے لئے کوئی دنیا کا ہتھیار نہیں ہے۔ دنیا کے تیروں کا مقابلہ تم نے دعاؤں کے تیروں سے کرنا ہے۔ یہ لڑائی فیصلہ کن ہو گی لیکن گلیوں اور بازاروں میں نہیں، صحنوں اور میدانوں میں نہیں بلکہ (بیوت الذکر) میں اس لڑائی کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ راتوں کو اُٹھ کر اپنی عبادات کے میدانوں کو گرم کرو اور اس زور سے اپنے خدا کے حضور آہ و بکا کرو کہ آسمان پر عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ متٰی نصر اللہ کا شور بلند کر دو۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے اس رمضان سے کما حقہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرماوے۔ ہم سب اس مہینہ میں عبادات کو پہلے سے بہت زیادہ سنوار کر ادا کرنے والے ہوں۔ اگر ترجمہ نماز اور اسکے معارف سے واقفیت نہیں ہے تو ترجمہ اور معارف سے آشنائی حاصل کر کے اپنی نمازوں میں لذت حاصل کریں۔

سچائی کا خلق

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیشہ مجھے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی اور کم سے کم جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے اور اچھے برے کی مجھے تمیز ہوئی ہے۔ اس وقت سے میں نے خدا کے فضل سے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔

(الفضل 13 جنوری 1925ء)

ماہ رمضان میں صحت مند رہنے کے لئے کچھ تجاویز

امسال بھی رمضان موسم گرما میں آ رہا ہے۔ اس لحاظ سے جسم میں پانی کی کمی بھی نہیں ہونے دینی چاہیے۔ پانی صبح آنکھ کھلتے ہی وافر مقدار میں پیئیں، کھانے کے ساتھ پانی زیادہ پینا مناسب نہیں ہے۔ کھانے کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد کسی بھی وقت خوب جی بھر کر پانی پی سکتے ہیں۔

پُر تکلف افطاری اور کچھ وقفے کے بعد رات کے کھانے کی بجائے اگر افطاری کے وقت ہی کھجور وغیرہ کے بعد کھانا کھا لیا جائے تو طبی نقطہ نظر سے زیادہ مناسب ہے۔

جن علاقوں میں مچھروں کی بہتات ہے اور ملیریا وغیرہ پھیل رہا ہو دیگر ضروری اقدامات کے ساتھ ساتھ اگر ہر روزے دار ہفتہ میں ایک مرتبہ کلوروکوئین (ریسوچین) کی دو گولیاں کھا لے تو ملیریا سے بچاؤ کی یہ اچھی تدبیر ہے۔

اسی طرح اگر گرد وغبار یا کسی اور چیز سے الرجی ہو تو خاص طور پر ان دنوں میں ایسی چیزوں سے دور رہیں۔

گلے کی خرابی کی شکایت جلد ہو جاتی ہو تو زیادہ ٹھنڈی اور ترش اشیاء سے پرہیز کریں۔ چکنائی والی چیز کے بعد ٹھنڈا پانی وغیرہ بھی پینا اچھا نہیں ہے۔

کھانے کے لئے بازار کی بنی اشیاء کی نسبت گھر پر تیار کی جانے والی اشیاء کو ترجیح دیں۔

رات کو سونے سے پہلے مسواک یا برش وغیرہ سے دانتوں کو اچھی طرح صاف کر لیں۔ پھر صبح اُٹھ کر اچھی طرح کلی کرنے کے بعد کچھ کھا پی سکتے ہیں۔ لیکن سحری ختم کرنے کے بعد دوبارہ دانت صاف کر لینے سے تقریباً سارا دن اور ساری رات دانت اور منہ صاف رہ سکتے ہیں۔

حق رائے دہی کا سفر منزل بہ منزل

یونانی جمہوریتوں سے انقلاب فرانس تک ووٹ کا تصور کن کن مراحل سے گزرا؟

(قسط اول)

ہمارے آباء و اجداد نے جب اولین انسان کی صورت میں خود کو اس کرۂ ارض پر پایا تو یقیناً ان کا تخیل اس کائنات کی وسعت کا اندازہ کرنے سے عاری رہا ہوگا۔ اپنے محدود ذرائع آمدورفت اور وسائل کے ساتھ جب ان کا پالا بے رحم فطرت اور ماحول سے پڑا تو انہیں مل جل کر رہنے کی افادیت کا اندازہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ اولین معاشرہ محض اتحاد باہمی کی ایک انجمن ہوگا جس میں ہر انسان برابر کے رکن کی حیثیت رکھتے ہوئے اجتماعی بھلائی کے طریقے سوچتا ہوگا اور خود اپنے ساتھ ساتھ اپنے خونی رشتوں کو بھی بھوک، کڑے موسم اور جنگلی جانوروں سے بچانے کی کوشش کرتا ہوگا۔ اپنے مشترکہ دشمن یعنی جنگلی درندوں اور کٹھن موسموں کے خلاف مل کر مدافعت کرنے سے انسانوں نے ایک دوسرے کے دکھ کو محسوس کرنا سیکھا اور یوں ایک معاشرہ وجود میں آگیا، لیکن غالباً ابتدا ہی میں یہ محسوس کرلیا گیا کہ مشترکہ دشمن سے لڑنے میں سب کی حیثیت مساوی نہیں، اس طرح نہ صرف مرد و زن کی حیثیت میں تفریق ہوئی بلکہ مردوں میں بھی طاقتور اور کمزور ذہن اور کند ذہن، بہادر اور بزدل کی سماجی حیثیت کا تعین ہوا اور لوگوں نے یہ سوچا کہ طاقتور ذہن اور بہادر اشخاص کی برتری تسلیم کرتے ہوئے ان میں سے کسی منفرد شخص کو سماج کی فلاح و بہبود کے تمام اختیارات سونپ دینے چاہئیں۔ اس طرح قبائلی نظام اور سرداری کا طریقہ وجود میں آیا۔ اس میں شک کی کوئی وجہ نہیں کہ اس وقت سرداری اسی شخص کو ملتی تھی جس کی صلاحیتوں پر اس کے قبیلے کے لوگوں کو پورا اعتماد ہو اور جو ذہانت، طاقت اور بہادری میں ممتاز ہو۔ یہ سرداری اس وقت قائم رہتی جب تک سردار کو اپنے لوگوں کا اعتماد حاصل رہتا۔ اکثر معاملات میں سردار اپنے قبیلے کے دیگر ممتاز لوگوں سے بھی مشورہ لیا کرتا۔ اس طرح سرداری محض ایک اعزاز نہیں بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی تھی۔ انسانی ذہن کی نشوونما کے ساتھ ساتھ جب انسان نے اپنے ماحول کو بڑی حد تک آرام دہ بنالیا اور اپنی صلاحیتوں کی بدولت اپنے وسائل میں اضافہ کرلیا تو سرداری سے وابستہ مراعات میں بھی اضافہ ہوگیا اور جونہی دولت ایک اہم عنصر کے طور پر انسانی معاشرے کا حصہ بنی تو کئی جگہوں پر سردار کے اوصاف میں دولتمند ہونا بھی شامل ہوگیا۔ البتہ یہ دلچسپ بات ہے کہ کہیں دولت کا معیار سونے چاندی کی کثرت اور عمدہ قسم کے سنگ مرمر کی رہائش گاہ، نیز ریشم کے کپڑوں کا انبار سمجھا جاتا تھا اور کہیں انسانی ذہن اس قدر سادہ تھا کہ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کو دولتمندی کی انتہا تصور کرلیا جاتا۔

تاہم قدرت نے بنی نوع انسان کو سوچنے اور فکر کرنے والا ذہن بخشا ہے اس لئے ایک کامیاب سماج کی تشکیل کے ساتھ ہی حریت کے جذبوں سے سرشار انسان کو یہ فکر دامن گیر ہوگئی کہ کیونکر ایسے سماج کی ترویج ممکن ہے جس میں اجتماعی مفادات کا حصول بھی ممکن ہو اور انفرادی عمل کی آزادی میں بھی کوئی رکاوٹ نہ آئے؟ ظاہر ہے کہ سوچنے والا ذہن ہر انسان کے پاس ہے اور تمام انسان اپنی امیدوں، آرزوؤں اور جذبوں میں بنیادی طور پر ایک جیسے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ کامیاب سماج کی تشکیل کے لئے کرۂ ارض کے مختلف خطوں میں بیک وقت سوچا گیا ہو اور مختلف افکار بھی پیش کئے گئے ہوں، لیکن ہماری معلوم تاریخ میں تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے صرف یونان ہی ایسا ملک نظر آتا ہے جہاں سے گویا علم و دانش کے چشمے پھوٹ رہے تھے وہاں اعلیٰ ذہن رکھنے والے انسانوں کی نسل پروان چڑھی۔ یونانیوں نے کامیاب سماج ہی نہیں قائم کیا بلکہ ہماری تاریخ کی اولین ریاستوں کو بھی وجود بخشا اور پہلی مرتبہ سائنسی طور پر سماج کے ریاست میں ڈھلنے والے عوامل پر غور کرتے ہوئے ایک مثالی ریاست اور عظیم حکمراں کا تصور پیش کیا۔

جب انسان غیر منظّم قبائلی زندگی سے منظّم سماجی زندگی کی طرف بڑھا تو یقیناً اس نے جنگلوں اور غاروں میں نشوونما پانے والی اپنی بہت سی اچھی بری عادتوں کو بھی خیر باد کہہ دیا ہوگا۔ سقراط ان عظیم فلسفیوں میں سے تھا جس نے یہ خطرہ محسوس کرلیا کہ تیزی سے سماجی نظم و ضبط کے مطابق خود کو ڈھالتا اور روایات کی زنجیروں میں جکڑتا ہوا انسان کہیں اپنی آزادی فکر اور وسعت تخیل سے محروم نہ ہوجائے، بالخصوص اس صورت میں جبکہ کاروبار حکومت جاگیرداروں اور دولتمندوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہوکر رہ گیا تھا، چنانچہ سقراط نے دنیا کو پیغام دیا صرف جاگیرداروں کو حکومت کرنے کا حق نہیں بلکہ فلسفی یا اہل علم لوگوں کو بھی کاروبار حکومت میں شریک کرنا چاہئے۔ اس نے کہا اہل علم وہ لوگ ہیں جو چیزوں کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ سقراط اپنے وقت کا انتہائی ترقی پسند انسان تھا وہ اس طرز پر سوچ رہا تھا جبکہ اس کے دور کا معاشرہ روایت کی زنجیروں میں جکڑا جاچکا تھا۔ چنانچہ اس کے ساتھ وہی ہوا جو آئین نو سے ڈرنے اور طرز کہن پر اڑنے والے معاشرے کے ہاتھوں روایت سے انحراف کرنے والے کسی شخص کا انجام ہوتا ہے۔ سقراط پر نوجوانوں کو بگاڑنے اور معاشرے کو تباہ کرنے کا الزام لگایا گیا۔

سقراط ہنسی خوشی دوسری دنیا کو سدھار گیا لیکن ایک ایسی چنگاری سلگا گیا جو بعد میں شعلے کی طرح غلامی، محکومی، خود غرضی اور حقوق سے محرومی جیسی لعنتوں کو جلا کر خاکستر کرتے ہوئے بالآخر کرہ ارض کے ایک بڑے حصے کو آزادی کی نعمتوں سے مالامال کرگئی۔

سقراط کی قربانی کے طفیل اس کے بعد کی نسلوں کو زیادہ متحمل مزاج معاشرہ ملا، چنانچہ سقراط کے عظیم شاگرد افلاطون نے جب سقراط ہی کے خیالات کی ترویج کی اور بالآخر واضح طور پر یہ تصور پیش کیا کہ ایک مثالی معاشرہ کیسے مثالی ریاست میں ڈھل سکتا ہے تو نہ صرف افلاطون کے افکار کو قبول کیا گیا بلکہ اسے ایک اکیڈمی بھی قائم کرنے دی گئی، جہاں وہ مروجہ علوم کی ہی نہیں بلکہ اپنے سیاسی خیالات کی بھی تعلیم دیا کرتا تھا۔

افلاطون نے جس یونان میں آنکھ کھولی وہ سات ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ ریاستیں خودمختار سیاسی اکائیاں تھیں جو جغرافیائی طور پر بھی ایک دوسرے سے متصل نہ تھیں بلکہ مختلف پہاڑی سلسلے انہیں ایک دوسرے سے جدا کرتے تھے۔ ان ریاستوں میں ایتھنز اور سپارٹا اپنی خوشحالی اور مضبوط سیاسی حیثیت کی بدولت نہ صرف منفرد حیثیت رکھتی تھیں بلکہ ایک دوسرے کی کٹر حریف بھی تھیں۔ سپارٹا بنیادی طور پر ایک فوجی ریاست تھی جہاں انفرادی حقوق پر کم اور ریاست کے اجتماعی مفاد پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ریاست کو فرد پر کامل اختیار حاصل تھا اور حکومت مفاد مملکت کے مطابق عوام کی تربیت کرتی اور ان پر نگرانی رکھتی۔ لیکن ساتھ ہی بااقتدار جمہوری ادارے بھی قائم تھے اور عوامی اسمبلی کے اختیارات جمہوریت کے محافظ تھے۔ دوسری طرف ایتھنز کی ریاست تھی جسے اس زمانے کی تمام یونانی علمی و ادبی تحریکوں کا روح رواں سمجھا جاتا۔ یونانی فن و ادیب اور موسیقی گویا ایتھنز ہی میں پروان چڑھا کرتے تھے۔ یہاں شہریوں کو پوری طرح انفرادی آزادی حاصل تھی، حکومت کا ہر شعبہ عوامی اقتدار کا تابع تھا اور عوام براہ راست حکومت میں حصہ لیتے تھے۔ یہ یونانی جمہوریت کی انتہائی ترقی یافتہ شکل تھی۔ تاہم، کسی بھی آزاد اور خوش حال معاشرے کی لازم و ملزوم خرابیاں بھی اہل ایتھنز میں عام تھیں چنانچہ افلاطون کو، جو خود انتہائی جاہ و حشم والے خاندان کا چشم و چراغ تھا، یہ خیال آیا کہ کیوں نہ اقتدار کے دروازے ہر کس و ناکس کے لئے کھولنے کی بجائے تعلیم و تربیت کے ذریعے ایسے افراد کے ایک سرکردہ گروہ کو پروان چڑھایا جائے جو صرف اور صرف معاشرہ کی بھلائی کے لئے سوچیں اور اپنا تمام علم و توانائی ریاست کی بھلائی پر صرف کردیں۔ ایسی ریاست جس میں ہر طبقہ اپنا مخصوص کام انجام دے، یعنی اہل صنعت و حرفت کا طبقہ صرف اپنے لئے مخصوص فرائض پر توجہ رکھے اور سیاسی فکروں کے غم میں مبتلا نہ ہو ریاست کی خوشحالی اس طبقے میں خوشحالی لائے گی اور اس کا ہر غم دور ہوجائے گا۔ دوسرا طبقہ فوج کا ہو جو ریاست کی حفاظت کے لئے دل و جان سے تیار رہے اور اسے اس کام کے لئے باقاعدہ تیار کیا گیا ہو۔ تیسرا طبقہ فلسفی حکمراں پیدا کرے گا۔ یعنی اہل علم کا طبقہ، جس نے علم و فلسفے کے حصول میں زندگی گزار دی ہو۔ یہ طبقہ ہر وقت حصول علم اور سوچ و بچار میں مصروف رہے اور وقتاً فوقتاً اس طبقے کے لوگوں کو اہم ملکی ذمہ داریاں سونپی جائیں۔ افلاطون کا خیال تھا کہ ہر طبقے، میں جنم لینے والے بچوں کو یکساں مواقع ملنے چاہئیں کہ وہ خود کو فلسفی حکمراں بننے کا اہل ثابت کریں۔ اس طرح ریاست کی بنیاد اخلاقیات پر قائم ہوگی جس میں ہر فرد اپنا مخصوص وظیفہ، بجالائے گا۔ ابتدائے عمر میں سب کو مواقع ملیں گے کہ وہ خود کو کسی ایک طبقے میں ضم کرلیں۔ اس طرح کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہوگی اور عدل معاشرے میں جاری و ساری ہوگا۔ چنانچہ افلاطون کے تصور حکومت کے مطابق ایک فلسفی حکمراں کی سرکردگی میں ایک مثالی ریاست قائم ہو جائے گی۔ افلاطون کی اس خیالی ریاست میں بعض شرائط تصور کے عدل کے سراسر خلاف ہیں، مثلاً وہ حکمراں طبقے پر ہر دنیاوی خوشی حرام کرتے ہوئے اس کے لئے گھر بار، جائیداد اور شادی بیاہ کو ناپسندیدہ قرار دیتا ہے تاکہ یہ طبقہ، جس نے پہلے ہی تمام عمر حصول علم میں گزاری بقیہ زندگی میں بھی بغیر کسی مداخلت یا جذباتی وابستگی کے ریاست کی فلاح و بہبود میں مصروف رہے اور لوگوں پر اقتدار کے سوا کوئی استحقاق اسے حاصل نہ ہو حتیٰ کہ وہ حقوق بھی نہ ملیں جو عام لوگوں کو اس مثالی ریاست میں دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور نکتہ جو خلاف عدل نظر آتا ہے وہ افراد کو سختی سے طبقات میں تقسیم کرنا ہے اس طرح جو شخص ایک مرتبہ کسی طبقے میں شامل ہوگیا وہ تمام عمر اسی میں گزارے گا، بہرحال غیر منطقی شرائط کے باوجود افلاطون کی یہ فکر جسے اس نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ریاست'' میں محفوظ کردیا ہے، ریاستی نظام اور حکومتی معاملات پر انسانی ذہن کی پہلی براہ راست فکر قرار پاتی ہے جس میں نا صرف ریاست اور افراد کے تعلق پر

بحث کی گئی بلکہ عوام کی فلاح و بہبود کو ریاست کے قیام کا واحد مقصد قرار دیا گیا ہے۔

افلاطون کی فکر کو اس کے لائق اور ہونہار شاگرد ارسطو نے آگے بڑھایا جسے بجا طور پر علم سیاسیات کا اولین معلم تسلیم کیا جاتا ہے۔ افلاطون کے بعض غیر حقیقی تخیلات کے برعکس ارسطو کے خیالات اس کے ٹھوس مشاہدات اور انسانی نفسیات سے حقیقی واقفیت پر مشتمل ہیں۔ وہ ریاست کو ایک ایسی ضرورت خیال کرتا ہے جس کے بغیر انسان کی فطری صلاحیتیں پروان نہیں چڑھ سکتیں۔ اس کا خیال ہے کہ ریاست انسان کی ذہانت کی جولان گاہ ہے فرد ریاست سے ہٹ کر دراصل کچھ بھی نہیں کرسکتا ہے۔ ارسطو کے اس تصور کی تائید اقبال نے اس شعر میں کی ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

ارسطو فرد کو ریاست کا جزو قرار دینے کے ساتھ ساتھ ریاست پر فرد کے حوالے سے بیشمار ذمہ داریاں ڈال دیتا ہے۔ اس نے ریاست کے جو فرائض بیان کئے۔ ان میں براہ راست فرد کی اہمیت اور آزادی فکر کی بغاوت پر زور دیا گیا ارسطو کا خیال تھا کہ ریاست کا مقصد محض عوام کے جان و مال کا تحفظ نہیں بلکہ ہر فرد کی ذہنی و اخلاقی اور سماجی نشوونما کرنا بھی ہے۔ ریاست کا فرض ہے کہ وہ ہر شہری کے لئے تعلیم کا انتظام کرے اور تمام افراد کو آزادی فکر، آزادی ارتقاء اور خود مختار زندگی کی یقین دہانی ہونی چاہئے۔ اس کے لئے ہر ریاست کو ایسی فعال انتظامیہ کو بھی وجود میں لانا چاہئے جو امن وامان کو برقرار رکھے اور تمام افراد کو فطری خواہشات کی تکمیل کا موقع ملے۔

ایسی ریاست کی حکومت، ارسطو کے خیال میں بہتر طور پر ایک ایسا شخص ہی چلا سکتا ہے جسے شہریوں نے تمام تر اختیارات سونپ دیئے ہوں اور جو ان اختیارات کو عوام کی فلاح کے لئے استعمال کرے۔ اس طرح ارسطو ملوکیت کا مداح نظر آتا ہے تاہم وہ موروثی بادشاہت کے خلاف تھا اور صرف اعلیٰ ترین صلاحیتیں رکھنے والے شخص ہی کے حکمراں بننے کے حق میں دلائل دیتا ہے۔ ارسطو نے اشرافیہ اور جمہور کی حکومت پر شخصی حکومت کو ترجیح دی ہے لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ یہ شخصی حکومت عوام الناس کی مرضی ہی سے قائم ہو اور اس کا مقصد ریاست کی فلاح و بہبود ہو۔ ارسطو کے انفرادی حقوق پر زور دینے والے ان دلکش افکار پر جس چیز نے گہن سا لگا دیا وہ اس کا نظریہ غلامی ہے۔ وہ انفرادی آزادی اور شہری حقوق پر تو زور دیتا ہے۔ لیکن صاف الفاظ میں غلاموں اور عورتوں کو ان شخصی حقوق سے محروم کر دیتا ہے جن کا تحفظ اس کے خیال میں ریاست کے قیام کا مقصد ہے۔ اس طرح وسیع النظر اور باشعور ریاست کی بالغ نظری، آبادی کے محدود حصے کی فلاح کے لئے مخصوص قرار پاتی ہے ارسطو غلاموں کو ریاست کے شہری حقوق ہی سے محروم نہیں کرتا بلکہ طاقتور جسم اور کند ذہن رکھنے والے غیر یونانی باشندوں کو معاشی بنیادوں پر غلام بنائے رکھنے کی بھی سفارش کرتا ہے۔ اس طرح آبادی کے کثیر حصے، یعنی غلام اور خواتین، ریاست کی ذمہ داری ہی نہیں رہ جاتے ہیں اور ارسطو انسانوں کی حق خودارادیت کی تحریکوں کا علم بردار بننے سے پہلے ہی تعصب اور تنگ نظری کے اندھیروں میں بھٹک کر رہ جاتا ہے۔

یونان کا علمی و ادبی ورثہ سقراط سے افلاطون اور افلاطون سے ارسطو تک منتقل ہوتا رہا اور ان میں سے ہر ایک نے خود کو اپنے استاد کے نظریاتی ورثوں کا امین ہی نہیں ثابت کیا بلکہ خود اس میں گراں قدر اضافہ بھی کیا۔ وہ زمانہ یونان بالخصوص ریاست ایتھنز کے علمی اور سیاسی عروج کا زمانہ تھا تاہم ان معلمین کی اخلاقی تعلیمات نے اہل یونان پر زیادہ اثر نہیں ڈالا تھا۔ معاشرے میں ناانصافی، طبقاتی کشمکش اور ہمسایہ ریاستوں سے رقابت جیسی بنیادی خرابیاں موجود تھیں، چنانچہ بالآخر ان یونانی ریاستوں کو زوال آگیا۔ تاہم آزادی فکر، جمہوریت، انفرادی حقوق اور انتخابی اصول، جن کی بدولت قدیم یونان کی تاریخ عالم میں ایک ممتاز مرتبہ حاصل ہوا، آگے چل کر رومیوں کی تہذیب و تمدن کی اساس بن گئے۔

رومۃ الکبریٰ دراصل اٹلی کے وسط میں کسانوں اور چرواہوں کا آباد کیا ہوا ایک گاؤں تھا جو ترقی کرتے ہوئے سات پہاڑیوں پر پھیل گیا۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں یہ ایک گمنام شہری ریاست تھا۔ لیکن آئندہ پانچ صدیوں میں اس نے اتنی ترقی کر لی کہ بحیرہ روم کے تمام ساحلی علاقے اس کے زیر نگیں آگئے اور پھر رومن شہنشاہیت جرمنی، فرانس اور برطانیہ تک وسیع ہوگئی۔ نظام حکومت اور قانون سازی میں اس مملکت نے جو ترقی کی وہ بعد کی نسلوں کے لئے قابل تقلید مثال بن گئی اور متعدد ممالک کے ترقی یافتہ نظام ہائے حکومت رومن نظام کی اساس پر ہی قائم کئے گئے تھے۔ پانچویں صدی قبل مسیح تک روم میں بادشاہت قائم رہی، تاہم اس میں بھی جمہوری عناصر موجود تھے۔ چنانچہ بادشاہ کا تقرر انتخاب کے ذریعے ہوتا۔ بادشاہ کی مشاورتی کونسل معزز اراکین پر مشتمل ہوتی جن کا انتخاب ایسے شہری کر سکتے تھے جو زمین کے مالک ہوتے۔ چونکہ روایت کی حد تک بادشاہ کونسل کا مشورہ ماننے کا پابند تھا اس لئے عوام کونسل کے ذریعے بادشاہ پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔ یہ مشاورتی کونسل سینیٹ کہلاتی تھی۔

اس قسم کی رائے دہی کے طریقے کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں اشرافیہ کا ایک طبقہ قائم ہوگیا جو عوام کی مدد سے بادشاہ کے اختیارات کو چیلنج کرتا رہا۔ یہاں تک کہ 508 قبل مسیح میں بادشاہ کو تخت وتاج سے محروم کر دیا گیا اور عوام اور اشرافیہ نے مل کر حکومت قائم کر لی۔ جب اشرافیہ کا غلبہ بڑھنے لگا تو عوام اور اشرافیہ کے مابین کشمکش شروع ہوگئی۔ اس کشمکش کے ساتھ ساتھ عوام کو کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں اور ایسے جمہوری ادارے قائم ہوئے جن کی بدولت عام آدمی کے حق رائے دہی کو تقویت ملی۔

بادشاہ کی مشاورتی کونسل کے مقابلے میں عوام نے عوامی ٹریبون قائم کر دیا تھا۔ ابتداء میں اس ادارے کی کوئی اہمیت نہ تھی لیکن 471 ق م میں اسے سرکاری طور پر تسلیم کر لیا گیا اور رومن قانون کو جو غیر تحریری تھا اور اشرافیہ کی من مانی تاویلات کا نمونہ بن گیا تھا، باقاعدہ لوحوں میں محفوظ کیا گیا۔ اس طرح 450 ق م، میں عوام کو کچھ حقوق مل گئے لیکن عوامی تحریک جاری رہی اور 440 ق م میں طے کیا گیا کہ عوامی ٹریبون کا احترام کرتے ہوئے اس کے فیصلے سینیٹ میں منظوری کے لئے پیش کئے جائیں گے۔ عوام اور اشرافیہ کے درمیان ازدواجی رشتوں کی قانوناً اجازت دے دی گئی۔ اس طرح اشرافیہ بتدریج ختم ہونے لگے۔

کچھ عرصے بعد صرف اشرافیہ کے لئے مخصوص اعلیٰ ترین عہدوں پر عوام سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی فائز کیا جانے لگا۔ اس طرح کچھ عرصے میں رومن قانون کے تحت تمام عہدے انتخابی کر دیئے گئے۔ رومن شہری مقررہ مدت کے لئے حکمران منتخب کرتے تھے جسے قونصل کہا جاتا تھا۔ اس کے ماتحت اعلیٰ اور کم تر درجے کے منتخب مجسٹریٹ ہوتے تھے۔ تاہم، یونان اور روم نے عام حق رائے دہی برائے بالغان کا اصول اختیار نہیں کیا تھا اور یہ حق صرف ان افراد کو حاصل تھا جن کے پاس حقوق شہریت تھے یا جو مالکان اراضی تھے لیکن کچھ عرصے بعد یہ تصور پیدا ہوگیا کہ اٹھارہ سال سے زیادہ عمر کا ہر شہری اپنے حلقے کی مجلس کا رکن ہے اور اس کی کارروائیوں میں حصہ لے سکتا ہے لیکن عورتوں اور شہری حقوق سے محروم باشندوں کی کثیر تعداد کو یہ حق حاصل نہ تھا۔ عوامی ٹریبون مختلف حلقوں کے منتخب اراکین پر مشتمل ہوتی ہے جسے اپنے فیصلوں کی توثیق کے لئے سینیٹ کی ضرورت پڑتی تھی۔ سینیٹ کے اراکین بادشاہ کے نامزد کردہ ہوتے اور یہ ادارہ بڑی حد تک عوامی اداروں کی آزادی پسندی کی روک تھام کرتا۔ ابتداء میں سینٹ کو وسیع اختیارات حاصل تھے لیکن بتدریج یہ کم ہوتے چلے گئے۔ دوسری طرف قونصل یعنی ریاست کے اعلیٰ ترین حکمران کے اختیارات بھی کم کر دیئے گئے۔ آخرکار روم پر قیصروں کی حکومت قائم ہوگئی تاہم جمہوری روایات کے پیش نظر انہوں نے بادشاہ کا لقب اختیار کرنے سے گریز کیا۔ انہیں سیزر کہا جاتا تھا۔ بعدازاں جولیس سیزر کی آمریت سینیٹ پر غالب آگئی اور سینیٹ محض مجسٹریٹوں کو منتخب کرنے والا ادارہ بن کے رہ گیا۔

رومی قیصروں کے عہد میں عملاً جمہوریت ختم ہوگئی تھی اور جمہوری دور کے نظام حکومت کا محض ڈھانچہ رہ گیا تھا لیکن قانون سازی کو بڑی ترقی ملی اور رومن قوانین کی بنیاد پر ہی مغرب کے قانون اور دستوری نظام کی عمارت تعمیر ہوئی۔ رومن قوانین کے مطالعے نے بے حد اہمیت حاصل کی اور یورپ میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اقتدار کا سرچشمہ عوام ہیں، حکمراں کا اقتدار محدود ہے، وہ قانون کے تابع ہے اور اسے قانون کی خلاف ورزی پر معزول کیا جاسکتا ہے۔

عہد روما کی ایک اہم طاقت کارتھیج کی مملکت تھی جس کے باشندوں نے اس دور کی تاریخ مرتب کرنے میں رومیوں کے شانہ بشانہ حصہ لیا اور حق رائے دہی اور جمہوری روایات کو مستحکم کیا۔ یہ مملکت شمالی افریقہ کے اس خطے میں واقع تھی جسے اب تیونس کہا جاتا ہے۔ یہ ریاست 814 ق م میں شام کے سامی النسل باشندوں نے آباد کی تھی۔ کارتھیج ایک ایسی جمہوریہ تھی جس میں دولت مند اشرافیہ کا راج تھا، تاہم عوامی اسمبلی موجود تھی اور عہدے انتخابی نوعیت کے تھے۔ مملکت کا سربراہ شوفٹ کہلاتا تھا جسے ایک سال کے لئے منتخب کیا جاتا، لیکن دوبارہ انتخاب پر پابندی نہ تھی۔ چنانچہ ہنی بال 22 مرتبہ شوفٹ منتخب ہوا۔ اس ریاست کی سینیٹ امراء اور ممتاز شہریوں پر مشتمل ہوتی اور انتظام میں شوفٹ کی مدد کرتی۔ سینیٹ کے ساتھ عوامی اسمبلی بھی موجود تھی مگر وہ امراء کے اثر ورسوخ کے باعث مؤثر ادارہ نہ بن سکی، تاہم شوفٹ کے انتخاب کی توثیق اس کی منظوری کے بغیر نہیں ہوسکتی تھی۔

جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے روم اور کارتھیج کی مملکتیں ایک دوسرے رقابت اور باہمی مقابلے بازی کی کیفیت میں مبتلا تھیں۔ دو عظیم علاقائی قوتیں ہونے کے ناتے یہ مسلسل ایک دوسرے سے جنگ و جدل میں مصروف رہیں۔ وقتی طور پر ایک قوت دوسری پر غالب آجاتی لیکن اس جنگ میں آخری جیت رومیوں کو نصیب ہوئی، جب 140 ق م میں انہوں نے اہل کارتھیج کے تمام افریقی مقبوضات اور بالآخر خود کارتھیج کو فتح کر لیا اور ان کے تحت ایک نیا دور شروع ہوا جو بظاہر حکومت کے جمہوری ڈھانچے پر مشتمل اور دراصل رومن قیصروں کی شاہی آمریت سے عبارت تھا۔ رومن شہنشاہیت 676ء میں ختم ہوگئی اور مغربی یورپ میں جرمن حملہ آوروں نے کئی سلطنتیں قائم کر لیں۔

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

ایک شرط بیعت

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

’’عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘

مخلوق خدا کی ہمدردی اور ان کی خدمت کا ایک موقع اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو جائے۔ بیماروں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو فضل عمر ہسپتال میں دور ونزدیک سے آتی ہے لیکن وہ اپنا علاج معالجہ خود کروانے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ احمدی احباب وخواتین کے عطیات کے ذریعہ ہی انہیں علاج کی ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن سب ضرورت مندوں کیلئے یہ خدمت بجالانا احباب جماعت کے خاص تعاون سے ہی ممکن ہے۔ احباب وخواتین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے عطایا جات ہسپتال کی مد امداد مریضاں / مد ڈویلپمنٹ (جو کہ صدر انجمن احمدیہ کی مدات ہیں) میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

درخواست دعا

❁ مکرم سعید احمد صاحب ڈرائیور مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے بیٹے نبیل احمد کے بازو کی ہڈی درخت سے گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

❁ مکرم رشید احمد ضیاء صاحب کارکن مضافاتی کمیٹی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ اطلاع دیتے ہیں۔

میرے خسر مکرم چوہدری غلام حیدر صاحب ولد مکرم چوہدری رحیم بخش صاحب آف تلونڈی جھنگلاں نزد قادیان حال دارالعلوم غربی صادق ربوہ بقضائے الٰہی بعمر 95 سال مورخہ 24 جولائی 2011ء کو وفات پا گئے۔ محترم مرزا محمد اصغر صاحب نے 24 جولائی کو بعد نماز ظہر بیت الصادق میں نماز جنازہ پڑھائی۔ قبرستان عام میں تدفین کے بعد مکرم مجیب احمد طاہر صاحب صدر محلہ دارالعلوم غربی صادق نے دعا کرائی۔ آپ نے دوسری عالمی جنگ میں عراق محاذ پر فوجی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی تین بیٹیاں مکرمہ صفیہ اختر صاحبہ زوجہ خاکسار، مکرمہ سلیمہ بی بی صاحبہ مرحومہ زوجہ مکرم لطیف احمد کاہلوں صاحب دھاروالی ضلع ننکانہ، مکرمہ بشریٰ صاحبہ زوجہ مکرم عبدالرب صاحب نصیر آباد رحمٰن ربوہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم کے نواسے، نواسیوں، پڑنواسے اور پڑنواسیوں کی تعداد 46 ہے۔ احباب جماعت سے مرحوم کے بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کیلئے درخواست دعا ہے۔

انٹری ٹیسٹ سے قبل تیاری

❁ جو طلباء حکومتی ادارہ جات میں (میڈیسن انجینئرنگ) وغیرہ کی فیلڈ میں اپلائی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے درجہ ذیل کاغذات مکمل کر لیں۔ کیونکہ داخلہ اور انٹری ٹیسٹ کے امتحان کیلئے درج ذیل کاغذات کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ڈومیسائل 12 عدد فوٹو کاپیاں (تصدیق شدہ)

نیشنل کمپیوٹرائزڈ / شناختی کارڈ کی 12 عدد (تصدیق شدہ) فوٹو کاپیاں

والد / سرپرست کے شناختی کارڈ کی 12 عدد (تصدیق شدہ) فوٹو کاپیاں

برتھ سرٹیفکیٹ / ’’ب‘‘ فارم کی 12 عدد (تصدیق شدہ) فوٹو کاپیاں

میٹرک کی سند اور رزلٹ کارڈ کی 12 عدد (تصدیق شدہ) فوٹو کاپیاں

فرسٹ ایئر کے رزلٹ کارڈ کی 12 عدد (تصدیق شدہ) فوٹو کاپیاں

پاسپورٹ سائز 12 عدد تصاویر کی پشت پر تصدیق کروانی ہوگی۔

اولیول، اے لیول کرنے والے طلباء داخلہ سے قبل آئی بی سی سی سے (Equivalence) سرٹیفکیٹ حاصل کر لیں۔

(نظارت تعلیم)

اعلان داخلہ

❁ بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی نے درج ذیل شعبہ میں داخلہ کا اعلان کیا ہے۔

B.Des.: ٹیکسٹائلز، جیولری اینڈ ایسسوری ڈیزائن، فیشن سٹڈیز،

BA (آنرز): انگلش لٹریچر، کلچرل سٹڈیز، تھیٹر فلم اینڈ ٹی وی

بی ایس سی (آنرز): مینجمنٹ اینڈ بزنس کمپیوٹنگ، سافٹ ویئر انجینئرنگ، انفارمیشن سسٹم اپلائیڈ سائنسز، اکنامکس

ایم اے: آرٹ، ڈیزائن اینڈ آرکیٹیکچر، آرٹ ایجوکیشن، انگلش لٹریچر، ٹیلی ویژن اینڈ فلم سٹڈیز، ماس کمیونیکیشن، آرٹ ڈیزائن اینڈ آرکیٹیکچر سٹڈیز، ایجوکیشن، ٹیچنگ انگلش ایز سیکنڈ لینگوئج۔

ایم ایس سی: کونسلنگ سائیکالوجی کلینیکل سائیکالوجی، بزنس اینڈ آرگنائزیشن سائیکالوجی

B.F.A: ویژول آرٹس، ویژول کمیونیکیشن ڈیزائن

M.Phil: ماس کمیونیکیشن، اپلائیڈ سائیکالوجی ایجوکیشن۔

ایم ایس / ایم فل: بزنس اکنامکس، ڈیویلپمنٹ اکنامکس، کلینیکل اینڈ کونسلنگ سائیکالوجی۔

PGD: وڈیو پروڈکشن، ایجوکیشن، ٹیچنگ انگلش ایز سیکنڈ لینگوئج۔

بیچلر پروگرام میں اپلائی کرنے کی آخری تاریخ 12 / اگست 2011ء ہے۔ پوسٹ گریجوایٹ پروگرامز میں اپلائی کرنے کی آخری تاریخ 30 / اگست 2011ء ہے۔ مزید معلومات کیلئے درجہ ذیل ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.bnu.edu.pk

فون نمبر: 042-35718260

(نظارت تعلیم)

دورہ نمائندہ مینیجر الفضل

❁ مکرم منور احمد ججہ صاحب نمائندہ مینیجر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت، وصولی واجبات اور اشتہارات کے حصول کیلئے ضلع راولپنڈی اور اسلام آباد کے دورہ پر ہیں۔ احباب جماعت وارا کین عاملہ، مربیان کرام اور صدران جماعت سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

❁ مکرم محمد احمد مظفر علوی صاحب نمائندہ مینیجر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت اور بقایا جات کی وصولی کیلئے دورہ پر ہیں تمام عہدیداران واحباب جماعت سے بھرپور تعاون کی درخواست ہے۔ (مینیجر روزنامہ الفضل)

مرسلہ: نظارت صنعت وتجارت

بیکاری ختم کریں

❁ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 3 / نومبر 2006ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

ایک مطالبہ نوجوانوں کا بیکاری کی عادت ختم کرنے کا تھا۔ یہ بھی بڑی خطرناک بیماری ہے اور بڑھتی جارہی ہے۔ پاکستان میں بعض بے کار نوجوان اس لیے بے کار ہیں کہ یا تو ان کے جو رشتہ دار، والدین، بھائی وغیرہ باہر ہیں وہ باہر سے رقم بھیج دیتے ہیں اس لیے ذمہ داری کا احساس نہیں۔ یا اس امید پر بیٹھے ہیں کہ باہر جانا ہے۔ اب باہر جانا بھی اتنا آسان نہیں رہا، ان لوگوں کو بھی غلط امیدوں پر نہیں بیٹھنا چاہیے اور جو آتے ہیں ان کے بھی یہاں اتنی آسانی سے کیس پاس نہیں ہوتے۔ اس لیے بلاوجہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور دھوکے میں نہ رہیں۔ اپنے نفس کو دھوکہ نہ دیں اور اپنے آپ کو سنبھالیں جماعت اور ذیلی تنظیموں کو بھی اس بارے میں معین پروگرام بنانا چاہیے اور نوجوانوں کو سنبھالنا چاہیے۔

یہ لوگ جو فارغ بیٹھے ہیں، فارغ بیٹھے یہ مطالبے کر رہے ہوتے ہیں کہ ہمارا کسی طرح باہر جانے کا انتظام ہو جائے، بعض لڑکوں کے ماں باپ لکھ رہے ہوتے ہیں کہ ہمارے حالات خراب ہیں باہر بلوالیں۔ باہر بلوانا کون سا آسان ہے۔ یا ہماری شادی باہر کروادیں یا جو بھی ذریعہ ہو۔ اور ایسے لوگوں میں سے جب کسی کی شادی یہاں ہو جاتی ہے اور یہاں آجاتے ہیں تو جب ان ملکوں میں ان کا Stay پکا ہو جاتا ہے تو پھر بیویوں پر ظلم کرنے شروع کر دیتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک غلط رو خاص طور پر پاکستان میں اور ہندوستان میں چل پڑی ہے۔ ایسے نوجوانوں کو میں کہتا ہوں کہ اپنے ملک میں محنت کی عادت ڈالیں اور محنت کر کے کھائیں۔ اس دوران میں اگر باہر کا کوئی انتظام ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن صرف اس لیے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھے رہنا کہ باہر جانا ہے، اس سے بہت ساری غلط قسم کی عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور بہت ساری برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور پھر وہ برائیاں معاشرے میں، اس ماحول میں پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح بعض ایسے ہیں جو یہاں آکر بھی ہنر نہیں سیکھتے، زبان نہیں سیکھتے، اور ذرا سی کوئی تکلیف ہو جائے تو بیماری کا بہانہ کر کے گھر بیٹھ جاتے ہیں۔ کیونکہ مددمل جاتی ہے اس لیے کام نہیں کرتے۔ بیکاری کی عادت کے خلاف ایسی مہم یہاں بھی چلانے کی بہت ضرورت ہے۔

(بحوالہ ’’تلقین عمل‘‘ صفحہ نمبر 389-390)

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

بقیہ از صفحہ 1 حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو مضمون نگاری کا بہت شوق تھا۔خاص طور پر سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر آپ خوب لکھتی تھیں۔الفضل میں سیرۃ النبیؐ کے عنوان کے تحت آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ 1931ء میں الفضل کے سیرۃ خاتم النبیینؐ نمبر میں آپ کا مضمون بھی شائع ہوا۔اس اہم نمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کے علاوہ دیگر بزرگان نے بھی مضامین لکھے۔

1952ء میں سینٹرل کمیٹی لجنہ اماء اللہ کراچی کے تحت درس القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ سب سے پہلا درس حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے دیا اور اپنے چند ماہ کے قیام میں لجنہ کراچی کی خاص تربیت فرمائی۔

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں فرماتی ہیں۔

امی بہت عرصہ صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ رہی ہیں لیکن انہوں نے صنعت ودستکاری کا کام بھی اپنے پاس ہی رکھا ہوا تھا۔جن خواتین کو نمائش کا کام دیا کرتی تھیں کپڑا اور دھاگہ تول لیا کرتی تھیں۔کام ہوجانے کے بعد جب کپڑا واپس آتا تو دوبارہ اس کو تولا جاتا یہ منظر اب تک نظروں کے سامنے ہے امی کا ترازو لے کر کپڑا تولنا کہ جماعت کے پیسہ میں کوئی خیانت نہ ہوجائے۔

اپنی والدہ کی نفاست اور سلیقہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ آپ بے حد سلیقہ منداور نفاست پسند تھیں کپڑوں کو کچھ عرصہ بعد نیا رنگ دے کر نیا کرلیا کرتی تھیں۔مہینہ میں ایک بار باقاعدہ کپڑوں کی رنگائی ہوا کرتی تھی ایک تو نیا رنگ دینے سے کپڑا نیا لگنے لگتا تھا دوسرے کپڑے رنگنے کا سلیقہ ہوا کرتا تھا پیلے پر نیلا اور نیلے کو جامنی کرنے کا سلیقہ ہوتا تھا۔گھر میں بچھے قالین پرانے لگتے تھے تو ان پر بھی رنگوں کی پوٹلیاں پھرا کران کو نیا کرلیا کرتی تھیں۔

اپنے بچپن کو یاد کرتے ہوئے بتایا امی جب بڑوں سے اہم بات کررہی ہوتی تھیں ہم بچوں کو اکثر نماز پڑھنے کا کہہ کر وہاں سے اٹھا دیا کرتی تھیں کئی بار تو خیال آتا تھا ابھی تو نماز پڑھ کر آئے ہیں، امی پھر نماز پڑھنے کو کہہ رہی ہیں جو دراصل بچوں کو بڑوں کی باتوں سے دور رکھنے کا بہانہ ہوا کرتا تھا تاکہ بچوں کے ذہنوں میں کسی کے متعلق کوئی منفی بات نہ بیٹھ جائے کیونکہ کچے ذہنوں میں بات جم جاتی ہے اور شعور کی کمی کی وجہ سے وہ صحیح بات اخذ بھی نہیں کرسکتے۔

ہمارے بچپن میں ہم لوگ مختلف حالات سے گزرے بہت اچھا وقت بھی ہوتا تھا اور بہت سی باتوں پر صبر کرنا بھی سکھایا جاتا تھا لیکن کبھی بھی بچوں میں اس بات کا احساس نہ پیدا ہونے دیا توکل کرنا اور صبر کرنا سکھایا ہم بچے اس بات سے بے نیاز ہوا کرتے تھے کہ فلاں کے پاس یہ چیز ہے ہمارے پاس کیوں نہیں۔اس بات پر بھی سختی ہوتی تھی کہ کبھی یہ اظہار نہیں کرنا کہ ہمارے پاس یہ نہیں ہے ہروقت شکر کرنے کا سبق دیا۔

اس میں انا کا روپ نرالا ، خودداری کی شان
سر نہ جھکے بندے کے آگے اس کا ہے ایمان

(خلاف جوبلی سووینئر راولپنڈی)

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک پوری صدی کی زندگی عطا فرمائی۔ ہوش سنبھالتے ہی خلافت کو اپنے اردگرد دیکھا اور اس کے سائے تلے تمام زندگی گزاری۔حضرت مصلح موعود کی جہاں آپ کو پدرانہ شفقت حاصل رہی وہاں بطور خلیفۃ المسیح آپ نے اپنے والد کی اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے اور پھر اپنے دو بھائیوں یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خلیفۃ المسیح بننے کے بعد وہی اطاعت ، محبت ،لگن اور فدائیت جاری رہی جو خلافت کے عاشق کیلئے ضروری ہوتی ہے اور جب آپ کے لخت جگر حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ المسیح الخامس کی ردا پہنائی تو بیٹا ہونے کے باوجود خلافت کی اطاعت کے تقاضوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔آپ تاریخ احمدیت کی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کے باپ ،دو بھائی اور بیٹا خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے۔

حضرت صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے غریبوں مسکینوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کیلئے بہت شفیق دل عطا فرمایا تھا۔غریب پرور اور خدمت خلق کے کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہتیں۔ بہت دعا گو، سلیقہ شعار اور اپنی اولاد کی دینی تقاضوں کے عین مطابق تربیت کرنے والی تھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ،مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کا حامی وناصر ہو۔آمین

خریدارانِ الفضل متوجہ ہوں

جو خریداران الفضل اخبار ہاکر سے حاصل کرتے ہیں ان کی خدمت میں اطلاع ہے کہ بل ماہ جولائی 2011ء مبلغ -/130 روپے بنتا ہے۔ بل کی ادائیگی جلد از جلد کریں۔شکریہ

(مینیجر روزنامہ الفضل)

خبریں

کوئٹہ، اسپینی روڈ پر فائرنگ ، 13 افراد ہلاک

کوئٹہ میں اسپینی روڈ پر ایک گاڑی پر فائرنگ کے نتیجے میں ایک خاتون سمیت 13 افراد ہلاک اور ایک خاتون سمیت 4 /افراد زخمی ہوگئے۔

وزیراعظم کا نوٹیفکیشن کالعدم ، سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ کی بحالی کا حکم

سپریم کورٹ نے سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ ڈویژن سہیل خان کو وزیر اعظم کی جانب سے او ایس ڈی بنانے کے نوٹیفکیشن کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ 7 روز کے اندر سہیل احمد کو سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ ڈویژن یا کسی اور مناسب عہدے پر تعینات کیا جائے۔عدالت اپنی حدود سے آگاہ اور آئین میں دیئے گئے حقوق کی محافظ ہے آئین کی تشریح سپریم کورٹ کی ذمہ داری ہے۔

ایوان صدر میں اہم اجلاس، عدلیہ سے محاذ آرائی نہ کرنے کا فیصلہ

صدر آصف علی زرداری اور وزیراعظم گیلانی کی زیر صدارت اہم اجلاس میں عدلیہ سے محاذ آرائی نہ کرنے کا فیصلہ جبکہ ہر ادارے کو آئین کے دائرہ کار میں رہ کر کام کرنے کا پابند بنانے سمیت پارلیمنٹ کی بالادستی کو یقینی بنانے پر اتفاق کیا گیا۔اجلاس میں ملکی مجموعی سیاسی صورتحال اور عدالتی امور پر تبادلہ خیال کیا گیا جبکہ گڈ گورننس، کرپشن کے خاتمے اور عوام کو ریلیف فراہم کرنے کے عزم کا اظہار کرنا سمیت مہنگائی اور لوڈشیڈنگ کے خاتمے اور رمضان المبارک میں ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

سردار یعقوب آزاد کشمیر کے 10ویں صدر منتخب

پیپلز پارٹی کے سردار یعقوب آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے 10ویں صدر منتخب ہوگئے، 25/اگست کو عہدہ صدارت کا حلف اٹھائیں گے۔ انتخابی عمل میں پیپلز پارٹی کے سردار یعقوب کو 40 اور مسلم لیگ ن کے امیدوار خان بہادر خان کو 11 ووٹ ملے۔ سردار یعقوب تعلیم مکمل کرنے کے بعد عرب ممالک میں ذاتی کاروبار کرتے رہے، 1985ء میں آزاد کشمیر سے سیاست کا آغاز کیا۔

یوٹیلیٹی سٹورز پر سستی چینی کی فروخت

ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان نے یوٹیلیٹی سٹورز پر 60 روپے فی کلوگرام چینی کی فروخت کے لئے وفاقی حکومت سے ایک ارب روپے مانگ لئے۔

ربوہ میں طلوع وغروب یکم اگست

طلوع فجر	3:55
طلوع آفتاب	5:21
زوال آفتاب	12:14
غروب آفتاب	7:07

اکسیر بواسیر
خونی بواسیر کی مفید مجرب دوا
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ
فون: 047-6212434

ہرفرد۔ ہرعمر۔ ہرپیچیدگی کا فطری علاج
الحمید ہومیو کلینک اینڈ سٹور
ہومیوفزیشن ڈاکٹر عبدالحمید صابر ایم۔اے
عمر مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ گلی عامر کلر لیب: 0344-7801578

Woodsy... Furniture® Chiniot
فرنیچر جو آپ کے مکان کو گھر بنادے
Malik Center.Faisal Abad Road.
Tehseel Choak Chiniot. 92-47-6334620
Mobile:0300-7705233-300-7719510

Best Return of your Money
انصاف کلاتھ ہاؤس
گل احمد۔الکرم اور چکن کی اعلیٰ ورائٹی دستیاب ہے
ریلوے روڈ ربوہ فون شوروم: 047-6213961

سٹار جیولرز
سونے کے زیورات کا مرکز
حسین مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ
047-6211524
0336-7060580
طالب دعا: تنویر احمد

MULTICOLOR INTERNATIONAL
SPECIALIST IN ALL KINDS OF:
Printing & Advertising
Email: multicolor13@yahoo.com
Cell: 92-321-412 1313, 0300-8080400
www.multicolorintl.com

FR-10